بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقویٰ اور پرہیز گاری

شیخ ڈاکٹر عبد اللہ عزام شہید

بشکریہ: نوائے افغان جہاد (نومبر 2010)

اے لوگو! جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے پر راضی ہو، جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ محکم آیات میں فرمایا ہے:

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (ال عمران:120)

"اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو یہ اس پر خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو ان کی تدبیر تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی بتاتے ہیں:

إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف:90)

ترجمہ: "بے شک جو تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو یقینا اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

اور اللہ عزو جل کا فرمان ہے:

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (ال عمران:125)

ترجمہ: ''بلکہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرواور یہ لوگ اسی دم تمہارے مقابل آجائیں تو تمہارارب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا''۔

قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر صبر اور تقویٰ کا ساتھ ساتھ ذکر آیا ہے۔ تقویٰ اور صبر مسلمان کو اس کے دشمنوں کے شر سے بچانے کے لیے دو لازمی ستون ہیں۔ اس کے بغیر چارہ نہیں کہ تقویٰ کی ڈھال تھام لی جائے اور صبر کی زرہ زیب تن کر لی جائے، تاکہ مطلوبہ مقصد حاصل ہو سکے اور ہدف تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو۔ آج ہم تقویٰ کے بارے میں بات کریں گے۔ تقویٰ ایسا رویہ اور کردار ہے جس کا پھل پک کر ورع (پرہیز گاری) بن جاتا ہے۔

مرتبے اور امارت کا شوق:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دینِ اسلام کی وضاحت کی ہے کہ (حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جو ان مشتبہ باتوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا گویا وہ حرام کاموں میں پڑ گیا، اس چرواہے کی طرح جو (بادشاہ کی) چراہ گاہ کے ارد گرد چراتا ہے، اور عین ممکن ہے کہ اس کا ریوڑ اس میں چلا جائے۔) (بحوالہ حدیث بخاری) پس شبہات کا دائرہ ہی دراصل پرہیز گاری کا میدان ہے۔ اور کسی شخص کے تقویٰ اور خدا خوفی کی بابت آگاہی' اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب اُس کا سابقہ مشتبہ امور سے پیش آئے۔، پس جب بھی مستقل تقویٰ کی روش اپنائی جائے گی، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر قلب میں رہے گا اور اپنے نفس پر مسلسل کڑی نگرانی ہو گی تب پرہیز گاری اپنے عروج پر ہو گی۔

پرہیز گاری دو امور میں ظاہر ہوتی ہے؛ مال اور امارت کے معاملے میں۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ (کسی شخص کے دل میں مرتبے اور مال کی حرص اس کے دین کے لیے اُس سے کہیں زیادہ تباہی کا باعث ہے جتنا دو بھوکے بھیڑیوں کے بھیڑوں کے ریوڑ میں گھس جانے سے تباہی و فساد ہوتا ہے) (بحوالہ صحیح الجامع الصغیر) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیماریوں (حرص مال و جاہ) کو دو بھوکے بھیڑیوں سے تشبیہ دی ہے، مرتبے کی خواہش ایک بھیڑیا اور مال کی حرص دوسرا بھیڑیا، جو سرد طوفانی رات میں ریوڑ پر آجھپٹتے ہیں اور بھیڑیں ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہیں، یہی بھیڑیے انسان کے دین اور اس کی پرہیز گاری کو چیر پھاڑ کر ہڑپ کر جاتے ہیں۔

اور شیطان کے موثر ترین ہتھیاروں میں سے ایک امارت اور مرتبے کی چاہ کا داعیہ ہے۔ اسی کے ذریعے وہ انسان کو اپنے دامِ فریب میں جکڑ کر اخروی خسارے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کتنے ہی اشخاص ایسے ہیں جو مرتد ہو گئے اور کتنے ہی لوگ عزت، مرتبے اور امارت کی لالچ کے پیچھے گہری کھائیوں میں جا گرے۔ اسی لیے مال کی محبت امارت کی محبت سے کم خطرناک اور ہلکی شے ہے، اور سونے چاندی سے بچنا امارت کی چاہ سے بچنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ سونا اور چاندی امارت کے حصول کے لیے ہی خرچ کیے جاتے ہیں۔ خواہشات اور شر میں آخری چیز جو انسان کے دل سے نکلتی ہے، وہ دکھاوے اور امارت کی خواہش ہے۔ اس راستے پر کتنا مال ضائع ہو چکا ہے، اور کتنے ہی مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں، کتنی ہی ریاستیں تباہ ہو چکی ہیں، اور کتنے ہی ممالک ختم ہو گئے ہیں! اور یہ سب صرف کسی ایک، دو یا تین لوگوں کے کرسی کے شوق کی وجہ سے۔ آخری چیز جو مومن کے دل سے نکلتی ہے وہ اس کے دکھاوے کا شوق ہے۔

دکھاوے کی محبت اور فضول گوئی کا شوق:

دکھاوے کی چاہت نے کتنوں کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے، پہلے زمانے کے مسلمان جن کی پرہیز گاری میں مثالیں دی جاتی ہیں اس خطرناک پھسلن، اس عمودی ڈھلان یعنی دکھاوے سے بچتے رہتے تھے، جو ہر وقت دلوں میں جگہ بنائے رکھتا ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے اور اسے

بچالے، اسے اس سے دور کردے اور روک دے، اور اُس شر سے اس کے دل کی حفاظت کرے جسے انسان اپنے رب سے ملاقات کے وقت تک اپنے دل سے نکالنے اور اخلاص کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔

پرہیز گاری دراصل یہ ہے کہ برائیوں سے اجتناب کیا جائے اور نیکیوں کی حفاظت کی سعی کی جائے۔ اور اسی طرح ایمان کی حفاظت بھی ہے. یعنی نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو اسے تمام جہانوں کے رب اور مکرم فرشتوں کے سامنے رسوا کرنے اور عیب دار بنانے والی ہو۔ جب انسان اپنے نفس کی کڑی نگرانی کرتا رہتا ہے تو خطائیں کم ہوتی جاتی ہیں، گناہ تھوڑے ہوتے ہیں اور برائیوں میں بھی کمی آجاتی ہے۔ لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک تمہارے ہمراہ وہ ساتھی (کراماً کاتبین) ہیں جو کبھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑتے سوائے رفع حاجت کے وقت یا اس وقت جب انسان اپنی اہلیہ کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے، پس اللہ سے ڈرو اور ان کا اکرام کرو......... اچھے اخلاق سے ان کی تکریم کرو......... بے شک اللہ تعالیٰ غیرت والا ہے اور اپنے بندے کو گناہ کرتا دیکھ کر اسے غیرت آتی ہے۔ اپنے نفس سے اس چیز کو دور ہٹا دو جو اسے داغدار کرتی ہے۔

اس مقام کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مباحات سے بھی ممکن حد تک دور رہا جائے، اور جو غیر متعلقہ امور ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے، اور اس میں سارے امور آجاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (انسان کے اچھے اسلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس سے غیر متعلق ہے۔) (صحیح الجامع الصغیر:۵۹۱۱) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو ایسی باتوں میں مشغول رہتے ہیں جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں، وہ ٹولیاں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور دوسروں کے رازوں کی دھجیاں بکھیرتے ہیں، اور محبت کرنے والوں کے درمیان تفریق ڈال دیتے ہیں، اور یہ سب صرف اس لیے کیونکہ ان کا باتیں کرنے کا دل چاہتا ہے. ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ فضول گپ شپ لگائیں، اور اس خواہش سے نجات نہیں حاصل کرپاتے، پس وہ مشتبہ چیزوں کے پیچھے پڑتے ہیں جس میں انہیں سچ بات کا کوئی علم نہیں ہوتا، اور اپنے گمان کی بنیاد پر فضول گوئی کرتے رہتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ (آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے پہنچادے۔)(صحیح مسلم)

اور جہاں تک ظن و تخمین کے گھوڑے دوڑانے کی بات ہے تو: (ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔) "یقیناً گمان حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا"۔(یونس:36)

(بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)، پھر کیا بنے گا اگر حرام گفتگو ہو جو محض مشتبہ باتوں اور گمان پر مبنی ہو۔ غیر متعلقہ امور میں کلام کا شوق ہونا بہت خطرناک بات ہے، یہ نیکی برباد گناہ لازم والی صورت حال ہے، یہ عادت نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی اللہ کو ناراض کرنے والی کوئی بات کرتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا لیکن (وہ اتنی بری ہوتی ہے کہ) اس کے باعث دوزخ میں جا گرتا ہے"(بحوالہ بخاری)

وہ ایک کے بعد ایک آدمی کو نشانہ بناتا ہے، چائے اور قہوے کا مزہ لیتا ہے۔ اپنے فارغ وقت کو کہیں نہ کہیں کھپانا ہی اُس کا مقصد ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ فراغت' ذکر، تلاوت یا عبادت میں بھی گزار سکتا تھا لیکن وہ اسے اپنے بھائیوں کا گوشت کھا کر گزارتا ہے، اللہ کے حرام کردہ امور کو، حدود توڑ کر پامال کرتا ہے، اور جو قلیل سی نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں ہیں وہ اُنہیں بھی گنوا کر اٹھتا ہے۔ سو لازم ہے کہ اپنے نفس کو ہر اس چیز سے پاک کر دو جو اسے عیب دار بناتی ہے اور اسے ذلیل کرتی ہے.........

اگر تم چاہتے ہو کہ بغیر کسی تکلیف کے رہو

تمہارا نصیب اچھا ہو اور تمہاری عزت بے داغ ہو

تو اپنی زبان سے کسی کی غلطیوں کا تذکرہ نہ کرو،

کیونکہ تم خطا کے پتلے ہو اور لوگوں کے پاس بھی زبانیں ہیں

اور اگر تمہاری آنکھ تم پر کسی کا عیب ظاہر کرے،

تو اس سے کہہ دو کہ اے آنکھ لوگوں کی بھی آنکھیں ہیں

اور جو زیادتی کرے اور اس کے ساتھ بھلے اور نرم طریقے سے رہو

اس سے علیحدہ ہو جاؤ، مگر احسن طریقے سے۔

آپ کے پاس کوئی آتا ہے اور آپ اس سے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں؛ آپ اس سے معلومات لینا چاہتے ہیں. کسی ایسے بندے کی گواہی لینا چاہتے ہیں جو اس کو جانتا ہو، وہ آپ سے کہتا ہے: ہاں وہ اچھا انسان ہے، نیک ہے لیکن وہ ایسے اور ایسے اور ایسے کرتا ہے۔ اس نے 'لیکن' کہہ کر اُس ساری عمارت کو ڈھا دیا 'جو اخوت وبھائی چارے کی عمارت تھی، اس کے ستون گرا دیے، اور اُپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اُس کی حرمت وعزت پامال کر دی، اور آپ کی نظر میں اُس بھائی کی کوئی وقعت نہیں رہے گی. اب ذرا غور کیجیے کہ اس نے اُس بھائی کا تذکرہ کی ابتدا کس طرح کی کہ وہ اچھا، نیک آدمی ہے، لیکن........ لیکن........ لیکن........ پھر آپ کو ایسی ایسی برائیاں بتانے لگا جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس میں کچھ حقیقت بھی ہوتی ہے مگر اکثر باتیں شبہات اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتی ہیں، کیونکہ وہ اس بندے سے خوش نہیں ہوتا، اور اس شخص کو اس کے کھانے پینے میں، یا اس کے طرزِ گفتگو میں پسند نہیں کرتا، پھر وہ اس کی عزت کو پامال کرتا ہے تاکہ اپنے نفس کے غصے اور کینے کے پیٹ کو بھر سکے، وہ اس پیاس کو آگ سے بجھاتا ہے، آگ کے اوپر آگ........ اور یہ آگ نفرت کی آگ ہوتی ہے، اور غیبت کی آگ ہوتی ہے جو اس کی نیکیوں کو کھا جاتی ہے، اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم، کوئی متاع نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت نماز، زکوۃ، حج اور روزے........ تمام چیزوں کے ساتھ آئے گا. لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی پر لعن طعن کی ہوگی. تو یہ شخص اس کی نیکیاں لے لے گا، دوسرا اس کی نیکیاں لے لے گا، تیسرا اس کی نیکیاں لے لے گا، اگر اس کا حساب کتاب ختم ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کی خطائیں لے کر اس کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی، اور اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا! (بحوالہ مسلم)

میرے بھائی آپ فقیر ہیں........ آپ کے پاس بہت تھوڑا سازادِ راہ ہے، اور آپ کے صندوق میں چند معمولی سی نیکیاں ہیں، پھر کیوں آپ اپنی ان نیکیوں کو ضائع کرنا چاہ رہے ہیں؟ اور ان کو ایسے کلمات سے راکھ بنانا چاہ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے بارے میں کہا کہ مما لا یعنیک، وہ جن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے، (انسان کے اچھے اسلام کی پہچان یہ ہے کہ لایعنی کو ترک کر دے)(بحوالہ صحیح الجامع الصغیر)

☆☆☆☆☆

کہا جاتا ہے کہ ایک نیکوکار نے کسی محل والے کے بارے میں پوچھا؛ کہ یہ کس کا محل ہے؟ پھر انہیں یہ حدیث یاد آگئی کہ "انسان کے اچھے اسلام کی پہچان یہ ہے کہ لایعنی کو ترک کر دے" تو انہوں نے اس گناہ کے کفارے کے لیے پورے ایک سال کے روزے رکھے! کیونکہ انہوں نے صاحبِ قصر کی بابت سوال کیا تھا، اس شخص کا کیا کہنا جس کی زبان رات دن حرمات کو چاٹتے نہیں تھکتی، جو شبہات کے پیچھے پڑا رہتا ہے، اور وہ کسی مسلمان کو نہیں چھوڑتا چاہے وہ کوئی عام شخص ہو، کوئی عالم ہو یا جاہل ہو، مگر یہ کہ اس کے گوشت کو اپنے دانتوں میں چبا چھوڑتا ہے، اور اپنی زبان سے اس کی عزت کو چاٹتا ہے، پھر بھلا وہ کیسے اللہ سے ملاقات کرے گا؟

جان لو میرے بھائی۔۔ جیسا کہ ابن عساکر نے علما کا گوشت کھانے کے بارے میں کہا ہے: "بیشک علما کا گوشت زہریلا ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو جان بوجھ کر اسے کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا راز فاش کر دیتا ہے، اور جو لوگوں پر تنقید کے لیے اپنی زبان چلاتا ہے اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اس کے دل کو مردہ کر دیتے ہیں۔ "دع ما یریبك الی ما لا یریبك" جس چیز میں تمہیں شک ہو اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر لو جس میں تمہیں شک نہ ہو"۔ (صحیح الجامع الصغیر) مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیجیے. مباحات کے دائرے سے نکل جایئے یہاں تک کہ آپ پرہیز گاری اور تقویٰ کے مقام تک پہنچ جائیں، اس لیے تا کہ اللہ آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرے، پھر اس قاعدے کو یاد کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے

اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے: ان اللہ یدافع عن الذین امنوا۔(الحج:۳۸) بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دفاع کرتا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں "جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔" (بحوالہ بخاری)۔ کیا آپ زمین اور آسمان کے جبار سے مقابلہ کرنا گوارا کر سکتے ہیں؟ پھر کیا ہو گیا ہے تمہیں میرے بھائی؟ کیا تمہیں اپنی آخرت یاد نہیں؟ کیا یاد نہیں کہ ایک دن تمہیں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے؟ کیا اعمال کے ترازو اور قبر کا بھینچنا یاد نہیں؟ کیا تمہیں سانپ اور بچھو یاد نہیں؟ کیا جہنم پر سے گزرتا ہوا پلِ صراط یاد نہیں؟ کتنے ہی لوگ ہیں جو اس پلِ صراط سے گر جاتے ہیں، اور وہ گرنا صرف حقوق العباد کی وجہ سے ہوتا ہے، وہ حقوق جو نہ آپ کو نفع دیتے ہیں نہ نقصان، اور آپ ان کے درپے ہو جاتے ہیں، ان کی عزت کو پامال کرتے ہیں، اور دوسروں کو اپنے سے نیچا دکھانے کی خاطر ان کے حقوق میں کمی کرتے ہیں، دوسروں کو نیچا دکھانے کا شوق آپ کا نقص ہے، اور جس کے اندر یہ نقص ہو اس کو اس کے علاوہ کوئی چاہت نہیں ہوتی کہ وہ دوسروں کو تنگ کرے اور ان کے عیب بیان کرے، اور یوں اپنے ترازو کو ہلکا کرے، اور لوگوں کی حق تلفی کرے، حق کا انکاری ہو اور دوسروں کا حق نہ پہچانے۔

پس پرہیز گاری کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ: برائیوں سے دور رہا جائے، مباحات اور شبہات کے ان علاقوں سے دور رہا جائے جہاں جابجا بارودی سرنگیں بچھی ہیں، اور جو ان سے بچ گیا تو پس اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انسان نجاست والی جگہ پر کیسے اپنے کپڑوں کو بول و براز اور نجاستوں سے بچاتا ہے؟ پس آپ کا دین محفوظ ہو گیا، آپ کی عزت محفوظ ہو گئی، آپ کا دل محفوظ ہو گیا، اور پاک صاف ہو گیا، دل کو پرہیز گاری کے علاوہ اور کوئی چیز صاف نہیں کر سکتی! اس کو مشتبہ باتوں اور خواہشات سے بس تقوی ہی پاک کر سکتا ہے.........اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان دین کا پیشوا بن جائے اور اس کا کلام متقین میں شمار کیا جائے الا یہ کہ وہ خواہشات اور شبہات سے بچتا ہو۔

صبر اور یقین شبہات اور نفسانی خواہشات کا علاج ہے:

شبہات سے بچنے کا علاج یقین میں ہے اور خواہشات سے بچاؤ کا طریقہ صبر ہے۔ صبر اور یقین کے ذریعے انسان متقین کا امام بن جاتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ (السجدہ:۲۴)

"اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے"

یقین کو لازمی تھام لو کیونکہ وہ شبہات کو دور کرتا ہے، ایسی بات نہ کرو جس کی صحت کا یقین نہ ہو، اور جس بات کی صحت کا یقین ہو وہ بھی تب ہی کرو جب اس میں خیر ہو، اور جب کسی کام کے اچھے یا برے ہونے میں شبہ ہو تو پھر شک والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔ اور شبہات کو ترک کر دو یہاں تک کہ تقوی میں امامت کے مقام تک پہنچ جاؤ۔

تقویٰ کا تعلق نیکیوں سے ہے' ان کو کثرت سے کیا جائے اور ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ پرہیز گاری کا تعلق ایمان سے بھی ہے، کیونکہ جب بھی اعمال صالحہ میں اضافہ ہوتا ہے ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے اور اس بات پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ ایمان وہ ہے جو دل میں موجزن ہو جائے، زبان سے اس کا اظہار ہو، اعضاء جسم سے ان پر عمل ہو، اطاعت اس کی مضبوطی میں اضافہ کرتی ہے اور گناہوں سے اس میں کمی آجاتی ہے۔ اسی لیے جب کبھی انسان شبہات اور خواہشات میں پڑ جاتا ہے اس کی برائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں، اور یہ برائیاں دل کا نور بجھا دیتی ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے امام شافعی (رحمھما اللہ جمیعاً) سے پہلی ملاقات میں کہا تھا: "اے بیٹے! میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل میں نور ڈالا ہے پس اس کو گناہوں کے اندھیرے سے نہ بجھانا!" اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون۔

"ہر گز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے"۔ (المطففین: ۱۴)

ران سے مراد وہ سیاہ غلاف ہے جو سیاہ نکتوں کے جمع ہونے کی وجہ سے دل پر آجاتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ جب بھی انسان کوئی برا کام کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔ اور پھر توبہ نہ کرنے کے نتیجے میں یہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ پورے دل پر ایک سیاہ غلاف چڑھ جاتا ہے۔ یہی 'الران' ہے، اور دل ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے (کالکوز مجخیاً) اوندھے کوزے کی طرح جس میں کوئی خیر نہیں ٹھہر سکتی، ایک ایسے برتن کی طرح جو الٹا ہو، کیا اس میں پانی ٹھہر سکے گا؟ یہی حال اس دل کا ہے جس پر زنگ چڑھا ہو، جب گناہ بڑھ جاتے ہیں تو اس میں ذرا بھی نور نہیں رہتا، ذرا بھی نہیں، نہ ہی کوئی اچھائی، نہ بھلائی، نہ نیکی، نہ حکمت اور نہ ہی کوئی علم اور وہ شیطان کے لیے خالی ہو جاتا ہے کہ وہ اس میں آکر اپنے بیج بوتا رہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی پرہیز گاری:

روایات میں سلف کے بارے میں ان کی پرہیز گاری اور تقویٰ کے حوالے سے ایسی باتیں ملتی ہیں کہ آج کی عقل بیماران کو ماننے سے انکار کر دیتی ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ امام نووی شام میں پیدا ہوئے، وہیں رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی، لیکن انہوں نے کبھی وہاں کا کوئی پھل نہیں چکھا، اور جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہاں کچھ باغ وقف کیے گئے تھے جنہیں ضائع کر دیا گیا ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں وقف کیا گیا مال نہ کھالوں! ان کے اسی تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر علم کے اتنے دروازے کھولے۔ نووی رحمہ اللہ سے اس طرح کی بہت سی باتیں نقل کی گئی ہیں؛ یہ کہ وہ کئی مرتبہ تیل بچانے کے لیے چراغ بجھا دیتے تھے اور اپنے ہاتھ میں موم بتی پکڑ کر اس سے روشنی کرتے تھے تاکہ لکھ سکیں۔ انہوں نے ایسی ایسی کتابیں لکھیں ہیں جن کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض اسلامی جامعات میں ڈاکٹریٹ، ماسٹرز، اور اعلیٰ سطح کی تعلیم میں پڑھائی جاتی ہیں، اور مشکل سے ایک سال میں ان کے کچھ صفحات ہی پڑھے جاتے ہیں۔

تقویٰ سے انسان کو دل کی مضبوطی اور عزت کی میراث حاصل ہوتی ہے، جب ظاہر بیبرس نے یہ فتوی طلب کیا کہ وہ اسلحہ خریدنے کے لیے مال جمع کرے تو شام کے تمام علما نے فتوی دے دیا سوائے امام نووی رحمہ اللہ کے، اس پر وہ برہم ہوا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے دشمنوں کو روکوں اور مسلمانوں کے علاقوں کی حفاظت کروں لیکن تم مجھے اسلحہ کی خریداری کے لیے فتوی نہیں دے رہے؟ انہوں نے کہا: تم ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے کہ ایک غلام تھے، مملوک تھے جس کے پاس دنیا کا کچھ سامان نہ تھا، اور آج میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس غلام اور حفاظتی پہریدار ہیں، محل اور جائیدادیں ہیں، یہ سب تمہارا مال تو نہیں ہے، اگر تم یہ سب بیچ دو اور اس کے بعد اسلحہ کی خریداری کے لیے فتویٰ مانگو تب میں دوں گا کہ ہاں تم مسلمانوں سے مال جمع کر سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ شام سے نکل جاؤ، پس وہ شام سے نوی کی طرف نکل پڑے، اس پر علماء شام ظاہر بیبرس کے پاس آئے اور اس سے کہا: ہم محی الدین النووی سے مستغنی نہیں ہو سکتے! اس نے کہا: انہیں واپس بلا لو، وہ لوگ نوی میں حوران کے علاقے میں گئے اور ان سے کہا: آپ واپس آجایئے، ظاہر نے آپ سے نرمی کی ہے کہ آپ شام واپس آجایئے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک ظاہر وہاں موجود ہے میں ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گا!......... عزت!......... بلندی!......... یہ چوٹی! وہ کون سی چیز ہے جس نے ان دلوں کو ایسے مواقع جمائے رکھا؟ وہ کون سی چیز ہے جس نے ان نفوس کو اس دنیاوی تحفظ سے ماورا کر دیا؟ وہ کون سی چیز ہے جس نے ان نفوس کو ان چوٹیوں کی اونچائی تک پہچا دیا؟ یہ پرہیز گاری ہے، جو باذن اللہ، عزت اور قوت پیدا کرتی ہے۔

تقویٰ سے معمور دل نڈر ہوتا ہے، دلیر ہوتا ہے، قوی ہوتا ہے اور زبردست ہوتا ہے! اس کے برعکس شبہات اور خواہشات کے تابع لوگوں کے دل کمزور ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، سڑک پر چلنے والے پولیس والے سے بھی کانپتے ہیں، خیال کرتے ہیں کہ وہ ان کی نگرانی کر رہا ہے اوران کے خلاف مقدمہ درج کر دے گا، جبکہ عظیم دلوں کے مالک لوگ، وہ جن کے سینے کھلے ہوتے ہیں، ان جانوں کے مالک لوگ جن کی نشو نما حلال پر، تقویٰ پر ہوئی ہوتی ہے، یہ ہیں وہ دل جو عظیمت والے، قوی ہوتے ہیں، اور

شیر کی مانند بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس طرح شجاعت والے دل ہوں........اللہ تعالیٰ نے امام نووی کی قسم کو پورا کیا، کچھ ہی مہینے گزرے کہ بیبرس کا فوت ہو گیا اور نووی رحمہ اللہ شام لوٹ آئے۔

تمہارے گھروں سے تقویٰ نکل چکا ہے:

بشیر الحافی کی بہن امام احمد کے پاس آئی اور ان سے کہا: اے امام کیا میں ظالمین کے چراغ کی روشنی میں سوت کات لوں؟ آج کل کے بڑے اور امیر لوگ بڑے بڑے چراغ اور شمعیں اپنے گھروں میں روشن کرتے ہیں جن سے ان کے آس پاس کا علاقہ بھی روشن ہو جاتا ہے. تو میں اس لیے آئی ہوں کہ آپ سے دریافت کروں کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ بنائی کروں اور ایسی روشنی میں سوت کاتوں؟ امام احمد نے پوچھا: یہ کہاں سے آئی ہے، انہیں بتایا گیا: یہ بشر الحافی کی بہن ہے۔ کہا: تمہارے گھروں سے تقویٰ نکل چکا ہے! یہ وہ قلیل مثالی نفوس ہیں جنہوں نے اسلام کی حفاظت کی۔

لالچ کا علاج تقویٰ ہے:

حسن بصری کو بہت تعجب ہوا جب انہوں نے ایک غلام سے پوچھا: اے غلام دین کو قوت دینے والی چیز کون سی ہے؟ کہا: تقویٰ اور پوچھا: دین کو ہلاک کرنے والی شے کون سی ہے؟ کہا: لالچ! لالچ نے کتنے لوگوں کا دین تباہ کر دیا ہے اور کتنی ہی خواہشات ضائع ہو چکی ہیں جن کو امت نے چاہا اور ان کے حصول کے لیے تگ و دو کی اور کتنے ہی داعی دنیا اور اس کی لالچ کے پیچھے ضائع ہو گئے، تاریخ کے دھارے پر اسلام کی حفاظت سوائے پرہیز گار صالحین، زہد سے معمور متقین کے کسی نے نہیں کی۔ اور آپ کو انسان کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب اس کے ساتھ کوئی کام (کاروبار) کرتے ہیں، آپ کو درہم و دینار کے ساتھ اس کے معاملے سے اس کے تقویٰ کا پتہ چل جاتا ہے۔ وہ آدمی کیسے اپنے اس حقیر، معمولی، مختصر سے منصب کی حفاظت کرے گا جو کہ دنیا میں بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا، تو آخرت کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہو گی! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر لوٹی ہے" (مسلم)۔ سمندر

کے پانی سے انگلی پر کیا لگا رہ جاتا ہے؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا "دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ" (بخاری)۔ اور جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ بھلا کتنی ہو گی؟ اور جنت میں جانے والا سب سے آخری انسان، مسلم کی روایت کے مطابق، اس کو اس زمین سے دگنی جگہ ملے گی، اور احمد کی روایت میں اس دنیا جیسی دس دنیاؤں کے برابر جگہ ملے گی! پس اللہ سے ڈرو! اور اپنے دلوں پر توجہ دو، اور جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر بغیر شک والی چیز کو اختیار کر لو، تمہارے منہ میں جو کچھ جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اس سے ہوشیار رہو، اور سب سے اہم چیزیں جو تمہیں بچائیں گی وہ منہ اور شرم گاہ ہیں، ان کی حفاظت کرو تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے، صحیح حدیث میں آتا ہے: (جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے گا جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان اور جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ہے میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔) اپنے منہ کو حرام چیزوں کے داخل ہونے سے، شبہات کے اندر جانے سے اور نکلنے والے کلام سے بچائے رکھو، اور اپنی شرمگاہ کو زنا سے بچائے رکھو تو تمہارا رب تمہیں جنت میں داخل کر دے گا اور ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں جنت سے محروم نہ رکھے!

اس زمین پر بہت سے نیکوکار گزر چکے ہیں، اور اب بھی بہت سے نیکوکار بستے ہیں، مگر اصحاب ورع کہاں ہیں؟ اصحاب الورع کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو طمع سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہیں، جو دنیا پر نچھاور ہونے سے اپنے آپ کو دور کر چکے ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو شبہات اور خواہشاتِ انسانی کی حدود پر رک جاتے ہیں؟

صحابہ رضوان اللہ علیہم کہا کرتے تھے "ہم حرام کے خوف سے نوے حصے حلال بھی چھوڑ دیتے تھے"، اپنے اور حلال امور کے درمیان فاصلہ پیدا کریں، اپنے اور حرام امور کے درمیان فاصلہ پیدا کریں، حلال سے اتنا فاصلہ پیدا کریں کہ اپنے دین اور عزت کو بچا لیں اور اپنے دل کو محفوظ کر لیں۔

جہاد کے دوران میں مجموعات میں جب بھی اصحاب تقویٰ زیادہ ہوتے ہیں ان میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نکھر کر سامنے آتے ہیں، اور جب کبھی مجموعات میں ان کی تعداد کم ہوتی ہے تو وہ بجھ جاتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ سوائے میرے بھائی........ہوشیار رہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام پر پہنچا کر بہت

احسان کیا ہے، اور ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ وہ آپ کو رباط کے اجر سے محروم نہیں رکھے گا، اور آپ کو جہاد کے اجر سے محروم نہیں رکھے گا، اپنے نفس کی طرف سے ہوشیار رہو.........اپنے دل کی طرف سے ہوشیار رہو. مال و جاہ کے بھیڑیوں سے بچتے رہو، مرتبے کی خواہش کا بھیڑیا، چاہے وہ کسی بھی جگہ ہو، اور مال کی محبت کا بھیڑیا، کیونکہ یہ تمہارے دین کے لیے دو بھوکے بھیڑیوں سے بھی زیادہ مہلک ہیں جو اندھیری رات میں کسی ریوڑ میں گھس جاتے ہیں۔ ''کسی شخص کے مرتبے اور مال کی حرص اس کے دین کے لیے دو بھوکے بھیڑیوں کے بھیڑوں کے ریوڑ میں گھس جانے سے بھی زیادہ باعثِ فساد ہیں''۔

ہاں، یہاں بھی متقی لوگ موجود ہیں لیکن بہت تھوڑے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہزاروں، بلکہ کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں، لیکن اگر کوئی ایک درہم جو ان کا نہ ہو یا اس کے بارے میں ان کو شبہ ہو کہ وہ ان کا نہیں ہے تو وہ اس سے بچتے ہیں کہ اس میں سے کچھ بھی ان کے پیٹوں میں جائے، میں دیکھتا ہوں کہ وہ جہاد پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر قطرہ قطرہ خرچ کرتے ہیں حالانکہ وہ مال انہی کا ہے، اور انہی کی محنت کی کمائی ہے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر سختی برداشت کریں.........

میں ایک بھائی کو جانتا ہوں جو کسی ادارے کے نمائندہ تھے۔ ان کی زوجہ ان سے کچھ ضرورت کی اشیا وغیرہ طلب کرتی تھیں تو وہ کہتے: ہمیں اس کی ضرورت نہیں، اور ہم جائز چیزوں میں بھی زیادہ وسعت نہیں اختیار کرنا چاہتے۔ وہ شخص روزانہ اپنے نمائندگی کے عوض افغان جہاد کے لیے ہزار ریال دیتا تھا، جب ان کی بیوی کی طلب بڑھ گئی تو اس نے ان سے کہا: آپ ہمارا ویسا ہی حساب کتاب رکھیے جیسا آپ افغانیوں کا رکھتے ہیں، اور ہمارے ساتھ ویسا ہی معاملہ روا رکھیں جیسا آپ افغانیوں کے ساتھ رکھتے ہیں، اور ہمیں بھی کچھ دیجیے کہ ہم بھی افغانیوں میں سے ہی ہیں، پس ہم پر صدقہ کیجیے جیسے آپ ان پر صدقہ کرتے ہیں......... یہ نفس کے معاملے میں پرہیز گاری ہے، اسی لیے جب انہوں نے ملک چھوڑا تو ہر دل میں ان کے لیے جگہ تھی، اور انہوں نے کسی جگہ قدم نہیں رکھا الا یہ کہ، الحمدللہ، انہوں نے وہاں خیر چھوڑا، اور ان میں یہ تبدیلی مہاجرین اور مجاہدین کی نسبت سے پیدا ہوئی، اللہ کے فضل سے۔

اے میرے بھائیو........ اپنے نفس کی جانب توجہ دو، اپنے دلوں کو ٹٹولو، خواہشات اور شبہات سے ہوشیار رہو یہاں تک کہ تقویٰ میں امامت کے مقام تک پہنچ جاؤ، اور یہ بہت آسان ہے، اس کا ستون اور منبع یہ ہے کہ "جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ کر بغیر شک والی چیز کو اختیار کر لو" اور "انسان کے اچھے اسلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے سے لایعنی چیز کو چھوڑ دے"۔ سنو زیادہ اور بولو کم، جائز امور میں بھی زیادتی سے کام نہ لو، اور جہاں تک ہو سکے ضروریات پر اکتفا کرو، اور جو مال آپ کے ہاتھ میں ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو. اور پھر دیکھو اللہ کیسے تم پر خیر کی برسات نازل کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆